

فرماتے ہیں مفتیان کرام مسدودہ ذلیہ مسئلہ کے بارے میں
"الجهاد ما ضاع اليوم القيامة" اس حدیث کی استنادی
حقیقت کیسی ہے۔

کیا اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس
فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر قیامت تک مسلسل بلا تعطل قتال
ہوتا رہے گا؟ اور کیا نفس الامر میں بھی ایسا ہی ہو رہا ہے؟
زید کہتا ہے کہ!

اس حدیث شریف سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ ہر دور میں
ہر وقت بلا تعطل قتال بالسیف ہوتا رہے گا۔ بلکہ اس سے مراد، مشروعیت
و فرضیت جہاد ہے۔ اور یہ فرضیت و مشروعیت قیامت تک
باقی رہے گی۔ عام ہے کہ کسی دور میں قتال بالسیف نہ بھی ہو۔ اور اپنی اس
مراد پر دلیل فتح القدير کتاب السیر سے پیش کرتا ہے کہ وہاں اس
حدیث کے بعد "اسی فرضاً باقیاً" ہے۔ زید اپنے اس قول میں
مضبوط ہے یا مخطی؟

اس حدیث شریف سے مراد اقدامی جہاد ہے یا دفاعی؟
اقدامی یا دفاعی جہاد کے لیے امیر المؤمنین کی کیا موجودگی ضروری ہے؟
یا اپنے طور پر کوئی بھی گروہ یا جماعت کسی کو امیر منتخب کر کے دفاعی یا اقدامی
جہاد کر سکتی ہے؟

لا تزال طائفة من امة ليقاتلون على الحق... الخ (البوارود شریف، بانی دفاع الجہاد)
میں قتال سے مراد دفاعی جہاد ہے یا اقدامی؟ اور کیا اس کا وقوع نفس الامر
میں بھی موجود رہا ہے۔ براہ کرم بندہ کی تشفی فرمائیں اور ممنون فرمائیں۔

المستفتی
الوالفاسم محمد راشد کسوی



الجواب جا مد او مصليا

حدیث پاک میں بعینہ یہی الفاظ تو مذکور نہیں ہیں مگر ان الفاظ کا مفہوم یعنی ”شروعیت جہاد تا قیامت“ نصوص قطعہ سے ثابت ہے۔ جس کے نسخ کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ البتہ اس حدیث پاک سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ تا قیامت بلا تعطل قتال بالسیف ہوتا رہے گا اور نہ ہی نفس الامر میں ایسا ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ روضۃ الطالبین للنووی (۲۰۸/۱۰) اور اس بارے میں زید کا قول صواب ہے، کہ مشروعیت و فرضیت جہاد (باعتبار حالات فرض عین یا فرض کفایہ) قیامت تک باقی رہے گی۔ اور جن احادیث میں تا قیامت جہاد و قتال جاری رہنا وارد ہوا ہے، ان کو شارحین نے مطلق ذکر کیا ہے اس لیے جہاد کی دونوں قسمیں (اقدامی اور دفاعی) مراد ہیں۔

اقدامی جہاد کے لیے ضروری ہے کہ اس سے مقصود اعلاء کلمۃ اللہ ہو اور ذاتی اغراض وابستہ نہ ہوں ورنہ وہ جہاد فی سبیل النفس ہو گا نہ کہ فی سبیل اللہ۔ اور اسی طرح ایک ایسے شخص کو امیر منتخب کرنا بھی ضروری ہے کہ سب لوگ اس کی قیادت پر متفق ہوں۔ البتہ مختلف جگہوں پر مختلف امیر ضروری امور کی دیکھ بھال کے لیے مقرر کیے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ امام نووی جہاد سے متعلق چند اہم باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ”روضۃ الطالبین“ میں رقم طراز ہیں:

وان قام من فیہ کفایۃ ، سقط عن الباقین وتحصل الكفایۃ بشیئین احدهما ان یشحن الامام الثغور با حکام الحصون وحفر الخنادق ونحوهما ، ویرتب فی کل ناحیۃ امیرا کافیا یقلده الجهاد وامور المسلمین ولا یجوز اخلا ، سنة عن جہاد الا للضرورة بان یکون فی المسلمین ضعف وفی العدو کثرة و یخاف من ابتداء ثم الاستئصال اولعذر بان یعز الزاد و علف الدواب فی الطريق فیوخر الی زوال ذلك او ینتظر لحاق مدد او یتوقع اسلام قوم فیستعملهم بترك القتال هذا ما نص علیه الشافعی۔ (روضۃ الطالبین ۲۰۸/۱۰ المکتب الاسلامی کویت)

اور تیسری شرط یہ ہے کہ ”اعدوا لهم ما استطعتم“ کے حکم خداوندی کی بنا پر ضروری ہے کہ لڑنے اور قتال کرنے کی قوت بھی ہو اور غلبے کا غالب گمان بھی ہو، بصورت دیگر ”جہاد فی سبیل اللہ کے ثمرات حاصل نہیں ہوں گے بلکہ اس سے مضرت بھی لاحق ہو سکتی ہے۔ لہذا اگر مسلمانوں کی ہلاکت یقینی ہو اور کفار کا کچھ نہ بڑھتا ہو تو اس وقت جہاد کرنا جائز نہ ہوگا۔ جیسے کہ امداد مفتیین ۱۰۲۲/۲ پر مرقوم ہے۔

اور ”حدیث ابی داؤد“ میں طائفہ مقاتلین سے صرف مقاتلین بالسیف مراد نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے بارے میں مختلف اقوال وارد ہیں۔ چنانچہ امام بخاری کے نزدیک اس سے اہل علم مراد ہیں۔ اور امام نووی کے نزدیک یہ طائفہ مقاتلین عام ہے اور دین کے تمام شعبوں میں جستجو کرنے والے حضرات اس سے مراد ہیں۔

فی اعلاء السنن:

عن انس قال: قال رسول الله ﷺ من اصل الايمان: الكف عمن قال لاله الا الله لا تكفره بذب ولا تخرجه من الاسلام بعمل والجهاد ما مض مذ بعثنى الی ان یقاتل آخر امتی الدجال ، لا یبطله جور جائر ولا عدل عادل والایمان با لاقدار۔
رواه ابو داود وسکت عنه المنذری وله شواهد ، کذا فی النبیل ، قلت فالحدیث حسن صالح للاحتجاج به سوفیه دلیل علی ان الجهاد لا یزال ما ضیا ما دام الاسلام والمسلمون الی ظهور الدجال۔ (کتاب المسیر ۱۲/۱۳ ادارة القرآن)

وفی مرقاة المفاتیح:

الجهاد فرض علی الکفایۃ اما الفرضیۃ فلقوله تعالیٰ: فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم وقوله تعالیٰ: وقاتلوهم حتی لا تكون فتنۃ ویكون الدین کلہ لله۔ وقوله تعالیٰ: کتب علیکم القتال وهو کره لکم وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلوکم کافۃ۔ وقوله تعالیٰ: انفروا اخفا فاقولوا لا اله الا الله وان الامر به للندب۔ ویجب حملہ ان صح علی انه لیس بفرض عین۔ واما قوله صلی الله علیه وسلم ”الجهاد ما ضی الی یوم القیامۃ“ فدلیل علی وجوبه وانہ لا ینسخ۔ وهذا لان خیر الواحد لا یفید الافتراض۔ وقول صاحب الايضاح: اذا تأید خیر الواحد بالکتاب والاجماع یفید الفرضیۃ ممنوع۔ بل المفید حیثۃ الکتاب والاجماع۔ ووجاه الخیر علی وفقهما، والحدیث رواه ابو داود من حدیث انس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حدیث: والجهاد ما ضی مذ بعثنى الله الی ان تقاتل آخر امتی

الدجال لا يبطله جور جائر وعادل - ولا شك ان اجماع الامعة ان الجهاد ما مضى الى يوم القيامة لم ينسخ، فلا يتصور نسخه بعد النبى ﷺ وانه لا قاتل ان يقاتل آخر الامة الدجال، ينتهى وجوب الجهاد، واما كونه على الكفاية فلان المقصود ليس مجرد ابتلاء المكلفين بل اغراء المكلفين ودفع الشر الكفار عن المومنين بدليل قوله تعالى: وقا تلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله، فاذا حصل ذلك ببعض سقط لحصول ما هو المقصود منه، كصلوة الجنابة المقصود منها قضاء حق الميت والاحسان اليه - (كتاب الجهاد ٣٤٩/٧ مكتبه حقانيه ملتان)

وفى فتح البارى :

باب الجهاد ما مضى مع البر والفاجر لقول النبى ﷺ: الخيل معقود فى نواصيها الخير الى يوم القيامة - قوله باب الجهاد ما مضى مع البر والفاجر هذه الترجمة لفظ حديث بنحوه ابو داود وابو يعلى مرفوعا وموقوفاً عن ابى هريرة رضى الله عنه ولا باس برواته، الا ان مكحولاً لم يسمع من ابى هريرة، وفى الباب عن انس اخرجه سعيد بن منصور وابو داود ايضا وفى اسناده ضعف وفى الحديث الترغيب فى الغزو على الخيل وفيه ايضا بشرى ببقاء الاسلام واهله الى يوم القيامة، لان من لازم بقاء الجهاد بقاء المجاهدين وهم المسلمون، وهو مثل الحديث الاخر "لا تزال طائفة من امتى يقاتلون على الحق الخ" (كتاب الجهاد ٧٠٦ قديمي)

وفى سنن ابى داود :

عن عمران بن حصين قال قال رسول الله ﷺ لا تزال طائفة من امتى يقاتلون على الحق ظاهرين على من ناواهم حتى يقاتل آخرهم المسيح الدجال - (باب فى دوام الجهاد ٣٣٦/١ ايج ايم سعيد)

وفى بذل المجهود :

باب فى دوام الجهاد اى يدوم الجهاد الى قتال الدجال قوله ظاهرين اى غالبين منصورين او معروفين مشهورين على من ناواهم اى حا ديهم - قال الطيبى ان تنزيل امثال هذا الحديث على الطائفة المنصورة من اهل الشام اولى انتهى - والاولى ان يقاتل من جهة الشام ليدخل اهل الروم فى المراد فانهم القاتلون فى هذا الزمان بهذا الوظيفة حتى قيام نصرهم الله تعالى وخذل اعداءهم اللثام الى يوم القيامة - حتى يقاتل آخرهم المسيح الدجال اى المهدي وعيسى عليه السلام واتباعهما ويقتله عيسى عليه السلام بعد نزوله من السماء على المنا رة البيضاء شرقى دمشق بباب لد من بيت المقدس حين حاصر المسلمين وفيهم المهدي وبعد قتله لا يكون الجهاد باقيا اما على يا جو ج وما جوج فلعدم القدرة والطاقة عليهم وبعد هلاك الله اياهم لا يبقى على وجه الارض كما فرما دام عيسى عليه السلام حيا فى الارض فما وقع فى بعض الاحاديث لا تزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق حتى تقوم الساعة يحمل على قربها فان خروج الدجال من اشراطها - (باب فى دوام الجهاد ٤٠٣/٣ معهد الخليل)

وفى عون المعبود :

قوله لا تزال طائفة من امتى قال النووى واما هذه الطائفة فقال البخارى هم اهل العلم وقال النووى: ويحتمل ان هذه الطائفة متفرقة بين انواع المومنين منهم شجعان مقاتلون، ومنهم فقهاء، ومنهم محدثون ومنها زهاد وآمرون بالمعروف والنهي عن المنكر، ومنهم اهل انواع اخرى من الخير ولا يلزم ان يكونوا مجتمعين بل قد يكون متفرقون فى اقطار الارض - قال النووى وفيه دليل لكون الاجماع حجة وهو اصح ما يستدل به له من الحديث - (باب فى دوام الجهاد ١١٧/٧ مكتبه دار الباز مكرمه)

وفى مرقاة المفاتيح (كتاب الجهاد - الفصل الثانى ٣٨٣/٧ مكتبه حقانيه ملتان)

والله اعلم بالصواب
عبد الحكيم عفا الله عنه
دار الافتاء جامعة اشرف المدارس
گلشن اقبال بلاک 2 کراچی



اجوب الحق
مؤلفہ
۵۹
۲۲
المفتی عبدالحمید ربانی
دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس
گلشن اقبال - کراچی - پاکستان